(30)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے دو دَور
اللہ تعالیٰ نے کمزوری اور بے بسی کے دَور میں بھی آپ کی مدد کی اور طاقت کے زمانہ میں بھی اپنی تائید ونصرت سے نوازا
اگر ہم صحیح معنوں میں آپؐ کی اتباع کریں تو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ بھی یہی سلوک کرے گا

(فرمودہ یکم نومبر 1957ء بمقام ربوہ)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیاتِ قرآنیہ کی تلاوت فرمائی:
اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَ الۡفَتۡحُ۔ وَ رَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا۔ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ وَ اسۡتَغۡفِرۡہُ ؕ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا۔1

اس کے بعد فرمایا:

''یہ قرآن کریم کی ایک مختصر سی سورۃ ہے اور بظاہر یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے لیکن چونکہ آپ کے اتباع بھی قرآن کریم کے احکام کے مطابق آپ کے ماتحت ہیں اِس لیے اِس سے آپ کے تمام اتباع اور آپ سے محبت رکھنے والے چاہے وہ احمدی ہوں یا غیر احمدی فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔

اِس سورۃ سے ظاہر ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دو زمانے آئے ہیں۔ایک تو وہ زمانہ تھا جب نصر اللہ اور فتح نہیں آئی تھی اور ایک اُس زمانہ کے آنے کی پیشگوئی کی گئی ہے جب نصر اللہ اور فتح آئے گی۔اور وہ نصر اللہ اور فتح اِس طرح آئے گی کہ رَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا تُو دیکھے گا کہ لوگ فوج درفوج اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔گویا یہ چیز علامت ہوگی نصر اللہ اور فتح کی۔جب لوگ فوج درفوج اسلام میں داخل ہونے شروع ہوجائیں گے تو تجھے نظر آجائے گا کہ نصر اللہ اور فتح آ گئی ہے۔

دوسری بات اِس سورۃ میں یہ بتائی گئی ہے کہ ایسے وقت میں تجھے خدا تعالیٰ کی بہت تسبیح کرنی چاہیے اور اِستغفار سے کام لینا چاہیے۔اور اللہ تعالیٰ سے بخشش اور اُس کی مدد طلب کرنی چاہیے کیونکہ تیرا خدا بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔دنیا میں اگر ہم کسی سے یہ کہیں کہ فلاں شخص بڑا مالدار ہے تو اس میں یہ اشارہ مخفی ہوتا ہے کہ اگر کسی وقت تمہیں مدد کی ضرورت ہو تو اس سے مدد مانگو۔یا اگر کہا جائے کہ فلاں شخص شہر کا بڑا رئیس ہے تو اس کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ اگر شہر میں فساد ہو جائے تو اس کے پاس جاؤ اور اس سے مدد طلب کرو۔اِسی طرح اللہ تعالیٰ کو تَـوّاب کہہ کر اِس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ تمہارا خدا اپنے بندوں کی طرف بار بار فضل کے ساتھ رجوع کرنے والا ہے۔اس لیے جب بھی تمہیں مشکلات پیش آئیں تمہارا کام یہ ہونا چاہیے کہ تم خدا تعالیٰ کی طرف جھکو اور اُس سے مدد چاہو۔وہ اپنے فضل سے تمہاری ہر قسم کی خرابیوں اور نقائص کی اصلاح کے سامان پیدا فرما دے گا۔

غرض اِن آیات میں اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ تجھ پر پہلے وہ زمانہ گزرا ہے کہ جب فتح اور نُصرت تیرے پاس نہیں آئی تھی۔لیکن اب میں تجھے وہ زمانہ دکھاؤں گا جس میں تجھے نُصرت اور فتح میسر آجائے گی اور تُو دیکھے گا کہ لوگ فوج درفوج اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔گویا نُصرت اور فتح کا ظاہری نمونہ اشاعتِ مذہب ہوگا۔اور استغفار اور حمد کی قبولیت کا ظاہری نمونہ خدا تعالیٰ کی رحمت کا ظہور ہوگا۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غربت اور کمزوری کی حالت تو ان واقعات سے ظاہر ہے جو آپ کے دعوٰی نبوت کے ابتدائی سالوں میں آپ سے پیش آئے۔ایک دفعہ آپ خانہ کعبہ کے قریب صفا پہاڑی پر بیٹھے ہوتے تھے اور کسی فکر میں تھے۔شاید آپ اِس فکر میں ہوں کہ خدا تعالیٰ نے میرے سپرد اتنا بڑا کام کیا ہے اسے میں کس طرح انجام دوں گا۔آپ نے اپنا سر جھکایا ہوا تھا کہ اتنے میں آپ کے پاس سے ابوجہل گزرا اور اُس نے آپ

کو گندی گالیاں دینی شروع کر دیں۔ اور پھر اُس نے یہیں تک بس نہ کی بلکہ اس بد بخت نے اپنے پاؤں سے آپ کے کندھے پر ٹھوکر ماری اور اِس طرح آپ کو جسمانی رنگ میں بھی سخت اذیت پہنچائی مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے کوئی جواب نہ دیا اور خاموشی سے اُٹھ کر اپنے گھر چلے گئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کی ایک پرانی بڑھیا لونڈی تھی جس نے گھر کے کئی بچوں کو پالا تھا جو اَب بڑی عمر کے ہو چکے تھے۔ وہ لونڈی دروازہ میں کھڑی یہ سب نظارہ دیکھ رہی تھی۔ حضرت حمزہؓ اُس وقت شکار کو گئے ہوئے تھے۔ جب وہ واپس آئے تو وہ لونڈی بڑے غصہ سے کہنے لگی کہ تم بڑے بہادر بنے پھرتے ہو اور ہر وقت اسلحہ سے مسلّح رہتے ہو تمہیں شرم نہیں آتی کہ ابھی میں نے دیکھا کہ تیرا بھتیجا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سامنے پتھر پر بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ابوجہل آیا اور اُس نے اُسے گندی گالیاں دینی شروع کر دیں اور اپنے پاؤں سے اُسے ٹھوکر ماری اور خدا کی قسم! جب اُس نے اُسے گالیاں دیں اور ٹھوکر ماری اُس وقت میں سامنے کھڑی تھی۔ اُس نے ایک لفظ بھی منہ سے نہیں نکالا اور خاموشی سے اُس کی گالیاں سنتا رہا اور تکلیف برداشت کرتا رہا۔ حضرت حمزہؓ کو یہ سن کر غیرت آئی۔ وہ وہیں سے اُلٹے پاؤں لوٹے اور خانہ کعبہ میں گئے۔ وہاں اتفاقاً رؤسائے مکہ کے سامنے بیٹھا ابوجہل بڑا فخر کر رہا تھا کہ میں نے آج محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گالیاں دیں اور وہ بالکل ڈر گیا اور آگے سے بول بھی نہیں سکا۔ اتنے میں حضرت حمزہؓ وہاں پہنچ گئے اور انہوں نے اپنی کمان زور سے اُس کے سر پر مار کر کہا کمبخت! اگر تجھے بہادری کا دعوٰی ہے تو آ اور میرے ساتھ لڑ۔ ورنہ شرم کر کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تو تجھے کچھ نہیں کہا مگر پھر بھی تُو نے اُسے گالیاں دیں اور بُرا بھلا کہا۔ میں نے اب سارے مکہ والوں کے سامنے تجھے مارا ہے۔ اگر تجھ میں ہمت ہے تو میرا مقابلہ کر۔ مکہ کے رؤساء جوش میں اٹھے اور انہوں نے مقابلہ کرنا چاہا مگر ابوجہل ایسا گھبرایا کہ وہ کہنے لگا۔ تم حمزہؓ سے کچھ نہ کہو۔ مجھ سے ہی آج زیادتی ہوگئی ہے اور قصور میرا ہی ہے۔2

اب دیکھ لو! ایک زمانہ وہ تھا کہ ایک شخص نبوت کا دعوٰی کرتا ہے اور خدا اُسے یہ کہتا ہے کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) جا اور دنیا میں میرا نام پھیلا۔ لیکن اُس کا حال یہ ہے کہ ایک شخص خود اُس کے گھر کے سامنے اُسے گالیاں دیتا ہے اور وہ اِتنا بھی نہیں کر سکتا کہ اسے کوئی جواب دے۔ مگر حکم یہ ہے کہ ساری دنیا میں جا کر خدا تعالیٰ کا نام پھیلا۔ دیکھو! عُہدہ کتنا بڑا دیا گیا ہے اور آپ کی حیثیت کتنی کمزور اور قابلِ رحم تھی۔ تو اِس سورۃ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) تجھ

پر وہ زمانہ بھی گزرا ہے جب تُو بالکل فقیر، غریب اور یتیم تھا اور دنیا کی مدد کا محتاج تھا لیکن اب تجھ پر وہ زمانہ آنے والا ہے۔ جب ہزاروں ہزار لوگ تیری بیعت کریں گے اور تیرے قدموں پر اپنی جانیں قربان کریں گے۔ تُو اُس زمانہ کو بھی دیکھ اور اِس زمانہ کو بھی دیکھ جب تیری پیشگوئیاں پوری ہو رہی ہیں۔ تجھے بتایا گیا تھا کہ ایک دن تیری تبلیغ کے رستے کھل جائیں گے۔ چنانچہ اب وہ رستے کھل گئے ہیں۔ اب تُو سمجھ لے کہ تیرا خدا کتنا زبردست ہے۔ جب تُو کچھ بھی نہیں تھا اُس وقت بھی اُس نے تیری مدد کی اور اب جو تُو طاقتور ہو گیا ہے اور ساری دنیا میں تیری تبلیغ کے رستے کھل گئے ہیں تب بھی وہ خدا تیری مدد کو آئے گا اور تیری تائید کرے گا۔

دوسرا واقعہ آپ کی کمزوری کا تاریخوں میں یہ آتا ہے کہ ہجرت کے قریب آپ اپنے ایک غلام کو ساتھ لے کر خدائے واحد کا نام پھیلانے کے لیے طائف تشریف لے گئے۔ مکہ کا قانون یہ تھا کہ جب تک کوئی شخص مکہ میں رہے اُس وقت تک وہ مکہ کی پناہ میں ہوتا تھا لیکن اگر وہ وہاں سے چلا جائے تو وہ دوبارہ مکہ میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ یہ سمجھ لیا جاتا تھا کہ وہ مکہ کا شہری نہیں رہا اور پھر جب تک مکہ کا کوئی بڑا رئیس اسے پناہ نہ دے۔ وہ شہر میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے واپس تشریف لا رہے تھے تو آپ کے غلام نے آپ سے کہا کہ آپ ایک دفعہ مکہ سے باہر چلے گئے تھے اور مکہ کے قانون کے مطابق اب آپ اِس شہر کے نہیں رہے۔ اس لیے آپ مکہ میں اُس وقت داخل ہو سکتے ہیں جب وہاں کا کوئی رئیس آپ کو پناہ دے۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے کہا کہ میں مکہ والوں میں سے مطعم بن عدی کو جانتا ہوں کہ وہ شریف الطبع انسان ہے۔ تم اُس کے پاس جاؤ اور اُس سے جا کر کہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مکہ کے دروازہ پر کھڑا ہے اور وہ کہتا ہے کہ تم مجھے پناہ دو۔ میں خانہ کعبہ میں خدا تعالیٰ کی پرستش کرنا چاہتا ہوں اور اِس غرض سے آیا ہوں کہ تم مجھے پناہ دینے کے لیے تیار ہو۔ وہ مطعم بن عدی کے پاس گیا اور اُسے آپ کا پیغام دیا۔ مطعم بن عدی نے اُسی وقت اپنے بیٹوں کو بلایا اور کہا اپنی تلواریں سونت لو۔ شہر کے دروازہ پر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کھڑا ہے اور وہ شہر میں آنا چاہتا ہے۔ اور اُس کے شہر میں آنے کی غرض محض خدا تعالیٰ کی عبادت ہے اور یہ ایسا مقدس کام ہے کہ اس کے لیے اگر ہم اپنی جانیں بھی لڑا دیں تو کم ہے۔ چنانچہ اُس کے بیٹے اُس کے ساتھ چل پڑے اور وہ دروازہ پر آیا۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں کھڑے تھے۔ مطعم بن عدی نے کہا آیئے اور ہمارے آگے آگے چلیے۔ ہم آپ کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں۔ اور اگر کسی نے آپ کو ذرا بھی چھیڑا تو ہم اُس کی گردن اڑا دیں گے۔ چنانچہ وہ آپ کو اپنے بیٹوں کی حفاظت میں آپ کے گھر چھوڑ آیا۔3

غرض یہ بھی ایک تنگی کا وقت تھا کہ آپ مکہ کے قانون کے مطابق شہر بدر کر دیئے گئے تھے اور آپ سوائے اس کے کہ کوئی کافر رئیس آپ کو پناہ دے مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے تھے۔

پھر تیسرا واقعہ آپ کے ضعف کا وہ آتا ہے جب کہ ہجرت کا وقت آیا اور کُفّار نے مشورہ کیا کہ آپ رات کو گھر میں لیٹے ہوئے ہوں تو آپ کو قتل کر دیا جائے۔ اُس وقت بھی آپ میں کوئی طاقت نہیں تھی۔ اگر دشمن چاہتے تو آپ کو بڑی آسانی سے قتل کر سکتے تھے۔ یہ خدا تعالیٰ کا ہی نشان تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بڑی دلیری سے گھر سے باہر نکلے۔ آپ نے دیکھا کہ کافر چاروں طرف کھڑے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ایسا تصرّف کیا کہ آپ ان کے درمیان سے نکل گئے اور وہ آپ کو دیکھ نہ سکے۔ اُن کی خود اپنی روایت ہے کہ ہمیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نظر ہی نہیں آیا۔ اگر وہ ہمیں نظر آتا تو ہم اُسے مار نہ ڈالتے؟ آپ سیدھے حضرت ابوبکرؓ کے گھر تشریف لے گئے اور اُن کو ساتھ لے کر غارِ ثور کی طرف چلے گئے۔ پھر تاریخوں میں آتا ہے کہ کُفّار نے آپ کا پیچھا کیا اور وہ غارِ ثور کے منہ تک پہنچ گئے اور جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کو دیکھ کر گھبرائے تو آپ نے فرمایا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا4۔ ابوبکر! ڈرو نہیں اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ مکہ والوں نے اعلان کیا تھا کہ جو شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو زندہ یا مُردہ واپس لائے ہم اُسے سَو اونٹ انعام دیں گے۔ اِس لالچ میں ہر طرف آپ کی تلاش شروع ہوگئی اور جب آپ مدینہ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے تو ایک شخص سُراقہ نامی انعام کے لالچ میں آپ کے پیچھے پیچھے آیا۔ اور جب اُس نے آپ کو دیکھ لیا تو آپ پر حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھا۔ اب دیکھو! یہ کتنی بے دست و پائی کی بات ہے کہ ایک کافر حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھتا ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچانے والا کوئی نہیں۔ مگر خدا تعالیٰ نے آپ کو اس موقع پر بھی بچا لیا۔ چنانچہ جب وہ حملہ کی نیت سے آپ کے پاس پہنچا تو اُس کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ اُس نے بہت کوشش کی مگر اُس کے پاؤں نہ نکلے۔ اِس بات کا اُس کی طبیعت پر ایسا اثر ہوا کہ اس نے سمجھ لیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور سچے ہیں۔ چنانچہ وہ آپ

کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں آپ کو پکڑنے کی نیت سے آیا تھا مگر اب میں سمجھتا ہوں کہ آپ واقع میں خدا تعالیٰ کے رسول ہیں اور وہ آپ کو ایک دن سارے عرب پر قبضہ بخشے گا۔ آپ مہربانی فرما کر مجھے ایک پروانہ لکھ دیں کہ جب خدا تعالیٰ آپ کو بادشاہ بنائے گا تو مجھے امن دیا جائے گا۔ چنانچہ آپ نے حضرت ابوبکرؓ کے غلام عامر بن فہیرہ سے فرمایا کہ اسے میری طرف سے یہ تحریر دے دو۔5 وہ بعد میں ہمیشہ یہ تحریر لوگوں کو دکھاتا تھا اور بڑے فخر کے ساتھ کہا کرتا تھا کہ میں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہی معافی حاصل کی ہوئی ہے۔ گویا اُس شخص نے محسوس کر لیا کہ جس شخص کی حفاظت اس صورت میں ہوئی ہے کہ جب میں حملہ کرنے لگا تو میرے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ وہ جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ غرض رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ضعف اور کمزوری کے ایسے زمانے گزرے ہیں جن کی مثال دنیا میں اَور کہیں نہیں مل سکتی۔

ایک دفعہ آپ خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ کُفّار نے اونٹ کی اوجھڑی لا کر آپ کی گردن پر رکھ دی اور اس کا بوجھ اتنا زیادہ تھا کہ آپ اس کی وجہ سے سجدہ سے سر نہیں اُٹھا سکتے تھے۔ جب زیادہ دیر ہوگئی تو کسی نے حضرت فاطمہؓ کو اطلاع دے دی۔ وہ دوڑتی ہوئی آئیں اور بڑا زور لگا کر انہوں نے اُس اوجھڑی کو آپ کی گردن سے اُتارا۔6

پھر ایک دفعہ لوگوں نے آپ کے گلے میں پٹکا ڈال کر کھینچنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ آپ کی آنکھیں باہر نکل آئیں۔ اتنے میں حضرت ابوبکرؓ کو خبر ہوگئی۔ وہ وہاں آئے اور انہوں نے آپ کو چھڑایا اور کہا اے ظالمو! تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم اس شخص پر محض اس لیے ظلم کر رہے ہو کہ یہ کہتا ہے کہ میرا خدا ایک ہے۔ آخر اس نے کوئی چوری کی ہو، ڈاکا مارا ہو یا قتل کیا ہو تو کوئی بات بھی تھی لیکن خانہ کعبہ میں جو امن کی جگہ ہے تم نے اس شخص پر ظلم کیا ہے اور تم اس کے گلے میں پٹکا ڈال کر کھینچ رہے ہو۔7

اب تم سمجھ سکتے ہو کہ خانہ کعبہ میں جو کُفّار کے نزدیک بھی امن کی جگہ تھی ایک شخص کے سر پر جبکہ وہ عبادت کر رہا ہو، اونٹ کی اوجھڑی لا کر رکھ دینا اور اس کے گلے میں پٹکا ڈالنا اُسی وقت ہوسکتا ہے جب یہ سمجھا جائے کہ یہ شخص بالکل بے حیثیت ہے۔ ورنہ اگر وہ کسی کا رشتہ دار نہ بھی ہوتا تب بھی مکہ کے لوگ تلواریں لے کر آ جاتے اور کہتے کہ خانہ کعبہ کو امن حاصل ہے۔ تم کون ہوتے ہو کہ خانہ کعبہ میں آ کر اس طرح ظلم کرتے ہو۔

پھر آپؐ کی کمزوری کی ایک مثال یہ ملتی ہے کہ آپؐ کی ایک بیٹی مکہ میں تھی جسے آپ نے مدینہ بلوایا۔ جب وہ مدینہ جا رہی تھیں تو ایک شریر شخص نے ان کی اونٹنی کا تنگ توڑ دیا۔ پھر وہ شخص خانہ کعبہ میں گیا اور اُس نے خوب قہقہہ لگا کر رؤساء کے سامنے کہا جا کے دیکھو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی کا کیا حال ہے؟ وہ مدینہ جا رہی تھی کہ میں نے اس کے اونٹ کا تنگ کاٹ دیا اور وہ زمین پر گر گئی۔ اُس وقت ہندہ بھی وہاں موجود تھی۔ یہ وہی ہندہ تھی جس نے حضرت حمزہؓ کا کلیجہ نکلوا دیا تھا اور جنگ بدر اور دوسری لڑائیوں میں کُفّار کو مسلمانوں کے خلاف اُکسایا کرتی تھی اور کہتی تھی جاؤ اور لڑو، ورنہ ہم عورتیں تمہارے قبضہ میں نہیں آئیں گی۔ ہم تمہارے پاس تبھی آئیں گی جب تم مسلمانوں سے لڑو گے اور انہیں قتل کرو گے۔ وہ فوراً کھڑی ہوگئی اور کہنے لگی مکہ والو! تم کو شرم نہیں آتی۔ تم وہ لوگ ہو جن کے باپ دادے اپنی بہادری پر فخر کیا کرتے تھے اور اب تمہاری یہ حالت ہے کہ تم نے ایک ایسی عورت کے اونٹ کا تنگ کاٹ دیا جس کا باپ کئی سَو میل کے فاصلہ پر تھا اور اُس کو نیچے گرا دیا۔ تمہیں اِس حرکت پر شرم کرنی چاہیے۔

اب اس واقعہ کا ہونا بھی آپؐ کی کمزوری کی وجہ سے ہی تھا ورنہ بعد میں اللہ تعالیٰ نے جب آپؐ کو طاقت دی تو آپ کے متبعین نے قیصر وکسریٰ کی حکومتوں تک کو پاش پاش کر دیا اور قیصر وکسریٰ کے مقابلہ میں مکہ والوں کی اتنی حیثیت بھی نہ تھی جتنی ایک نمبردار کے سامنے کسی چوڑھے کی ہوتی ہے۔ پس ان کا مکہ میں ایسی حرکت کرنا یعنی آپ کی بیٹی کی سواری کا تنگ کاٹ کر اسے نیچے گرا دینا بتاتا ہے کہ وہ اُس وقت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انتہائی بے کس اور بے بس سمجھتے تھے۔

غرض تاریخ میں کثرت سے ایسے واقعات آتے ہیں جن سے پتا لگتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک وقت ایسا آیا جو آپؐ کی نہایت درجہ کمزوری اور بے بسی پر دلالت کرتا تھا۔ مگر اس کے بعد پھر وہ زمانہ آیا جب نصر اللہ اور فتح آ گئی اور لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے شروع ہوگئے۔ اُس زمانہ کی تاریخ کو جب ہم پڑھتے ہیں تو پھر ہمیں اَور رنگ کے واقعات دکھائی دیتے ہیں۔ چنانچہ نصر اللہ اور فتح کا زمانہ آیا تو ہمیں یہ نظارہ نظر آتا ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد جب مکہ والوں نے معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ''خزاعہ'' پر حملہ کر دیا تو انہیں خطرہ محسوس ہوا کہ مسلمان اپنے حلیف قبیلہ کی مدد کے لیے کہیں مکہ پر حملہ نہ کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے ابوسفیان کو مدینہ روانہ کیا تا کہ وہ کسی طرح مسلمانوں کو حملہ سے باز رکھے۔ جب حدیبیہ کی صلح ہوئی ہے اُس وقت ابوسفیان مکہ میں نہیں

تھا۔ انہوں نے ابوسفیان سے کہا تُو اب مدینہ میں جا اور مسلمانوں سے کہہ کہ اُس معاہدہ کے وقت چونکہ میں مکہ میں موجود نہیں تھا اس لیے وہ معاہدہ میری تصدیق کے ساتھ اب شروع ہوگا۔ اور پھر دس سال کی میعاد بھی تھوڑی ہے اسے بھی بڑھا دیا جائے۔ وہ مدینہ پہنچا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ملا اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے بھی ملا۔ مگر کسی نے اُس کی طرف توجہ نہ کی۔ آخر وہ حضرت علیؓ کے پاس گیا اور اُن سے مشورہ طلب کیا۔ حضرت علیؓ نے مذاقاً کہا کہ تم مسجد میں جا کر یہ اعلان کردو کہ میں چونکہ اپنی قوم کا سردار ہوں اور معاہدہ پر میرے دستخط نہیں اس لیے آج سے وہ معاہدہ کیا جاتا ہے اور اس کی اتنی مدت بھی بڑھائی جاتی ہے۔ اُس نے اِس مذاق کو مان لیا اور مسجد میں سب کے سامنے کھڑے ہو کر اعلان کر دیا کہ مدینہ والو! تم نے ایسے لوگوں سے معاہدہ کرلیا تھا جن کی کوئی ذمہ داری نہیں۔ ذمہ داری میری ہے اور میں اپنی ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے چاہتا ہوں کہ معاہدہ کی مدت بھی بڑھ جائے اور میرے دستخط بھی ہو جائیں۔ سو وہ معاہدہ آج سے شروع ہوتا ہے کیونکہ اب اس پر میری تصدیق ہے اور معاہدہ کی مدت بھی اتنی بڑھا دی گئی ہے۔ اس اعلان پر سب صحابہؓ اس کی حماقت کی وجہ سے ہنس پڑے اور اس کو سخت ذلّت محسوس ہوئی۔ بعد میں وہ بڑے غصہ میں حضرت علیؓ کو مخاطب کر کے کہنے لگا تم نے جان بوجھ کر مجھے ذلیل کروایا ہے اور تم لوگ ہمیشہ ہمارے دشمن رہے ہو۔8 اس کے بعد وہ ناکام واپس چلا آیا۔

اس سفر میں اللہ تعالیٰ نے ابوسفیان کو ایک اَور زک بھی پہنچائی۔ اُس کی ایک لڑکی اُمّ حبیبہؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی تھیں۔ ابوسفیان کو خیال آیا کہ مدینہ آیا ہوں تو اپنی لڑکی سے بھی مل لوں۔ چنانچہ ابوسفیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر گیا۔ حضرت اُمِّ حبیبہؓ نے بستر پر ایک چارپائی بچھائی ہوئی تھی۔ ابوسفیان اُس پر بیٹھنے لگا تو حضرت اُمِّ حبیبہؓ نے وہ چادر جلدی سے اُس کے نیچے سے کھینچ لی۔ ابوسفیان یہ دیکھ کر کہنے لگا کہ بیٹی! کیا بات ہے؟ کیا یہ چادر اِس قابل نہیں کہ تیرا باپ اس پر بیٹھ سکے یا میں اس قابل نہیں ہوں کہ میں اس پر بیٹھوں؟ حضرت اُمِّ حبیبہؓ نے کہا تم ہی اس قابل نہیں ہو کہ اس چادر پر بیٹھو۔ ابوسفیان نے کہا بیٹی! تم نے یہ کیا کہا؟ کیا میں تیرا باپ نہیں ہوں؟ حضرت اُمِّ حبیبہؓ نے کہا یہ ٹھیک ہے کہ تم میرے باپ ہو لیکن اِس کے باوجود میں یہ پسند نہیں کرتی کہ جس چادر پر خدا کا رسول بیٹھتا ہے اُس پر تم جو خدا اور اُس کے رسول کے دشمن ہو بیٹھو۔9

اب دیکھو! جب نصر اللہ اور فتح کا زمانہ آیا تو کس طرح ابوسفیان کو خود اس کی لڑکی نے ذلیل

کیا۔ اُس کی لڑکی کی نظر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی عزت اور عظمت تھی کہ اس نے یہ بھی پسند نہ کیا کہ جس چادر پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھتے تھے اس پر ابوسفیان بیٹھے۔ پھر وہ دن بھی آ گیا جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکہ والوں پر کامل فتح عطا فرمائی۔

ابوسفیان جب اپنے مشن میں کامیاب نہ ہوا بلکہ اُلٹا ذلیل ہوا تو وہ مکہ کی طرف دوڑا تا کہ مکہ والوں کو صورتِ حال سے باخبر کر دے۔ مکہ والوں نے پھر آپس میں مشورہ کیا اور ابوسفیان سے کہا کہ وہ مکہ سے باہر نکل کر پتا تو لے کہ مسلمان کیا کرنا چاہتے ہیں؟ ابوسفیان ایک منزل ہی باہر گیا تھا کہ اس نے سارا جنگل روشن پایا۔ یہ آگ جو تمام خیموں کے آگے جلائی گئی تھی ایک ہیبت ناک نظارہ پیش کر رہی تھی۔ حضرت عباسؓ کی ابوسفیان سے پرانی دوستی تھی۔ انہوں نے ابوسفیان کو دیکھ لیا اور اُسے آواز دے کر کہا سامنے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر خیمہ ڈالے پڑا ہے۔ جلدی سے میرے پیچھے سواری پر بیٹھ جاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلو کیونکہ حضرت عباسؓ ڈرتے تھے کہ حضرت عمرؓ پہرہ پر مقرر ہیں انہوں نے اسے دیکھ لیا تو وہ کہیں اسے قتل نہ کر دیں۔ چنانچہ ابوسفیان حضرت عباسؓ کے پیچھے بیٹھ گیا اور وہ سواری کو ایڑ لگا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں جا پہنچے اور ابوسفیان کو دھکّا دے کر آگے کیا اور کہا کم بخت! آگے بڑھ اور بیعت کر لے۔ اُس وقت دہشت اور خوف کی وجہ سے ابوسفیان سخت مبہوت ہو چکا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کی یہ حالت دیکھی تو فرمایا عباس! ابوسفیان کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور رات کو اپنے پاس رکھو اور صبح میرے پاس لانا10۔ جب صبح وہ حضرت عباسؓ کے ساتھ باہر نکلا تو نماز کا وقت تھا۔ اُس نے دیکھا کہ ہزاروں مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہاتھ باندھے صف میں کھڑے ہیں۔ جب آپؐ رکوع کرتے ہیں تو وہ سب کے سب رکوع کرتے ہیں، جب آپ سجدہ کرتے ہیں تو وہ سب کے سب آپ کے ساتھ سجدہ میں چلے جاتے ہیں۔ پھر آپ سجدے سے سر اٹھاتے ہیں تو وہ بھی آپ کے ساتھ سر اٹھا لیتے ہیں۔ پھر آپ سجدہ میں جاتے ہیں تو تمام لوگ آپ کے ساتھ سجدہ میں چلے جاتے ہیں۔ پھر تشہّد میں بیٹھتے ہیں تو تمام لوگ آپ کے ساتھ تشہّد میں بیٹھ جاتے ہیں۔ ابوسفیان نے یہ نظارہ دیکھا تو اُس نے خیال کیا کہ یہ سب کچھ اس کے مارنے کے لیے کیا جا رہا ہے۔ اُس نے حضرت عباسؓ سے ڈرتے ڈرتے پوچھا کہ عباس! یہ کیا ہو رہا ہے؟ کہیں میرے قتل کی تدبیر تو نہیں ہو رہی؟ حضرت عباسؓ

نے کہا کہ ابوسفیان! تیری کیا حیثیت ہے کہ دس ہزار مسلمان تیرے لیے سازش کریں۔ یہ تو نماز ہو رہی ہے۔ ابوسفیان کہنے لگا عباسؓ! میں نے کسریٰ کا دربار بھی دیکھا ہے اور قیصر کا دربار بھی دیکھا ہے۔ لیکن میں نے اُن کی رعیت کو بھی اِس قسم کی اطاعت کرتے نہیں دیکھا جس قسم کی اطاعت یہ لوگ محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی کر رہے ہیں 11۔ یہ لوگ تو مکے والوں کو کھا جائیں گے۔ تم مجھے اجازت دو کہ میں واپس جا کر مکے والوں کو بتا دوں کہ کیا کچھ ہونے والا ہے تا کہ وہ اپنے بچاؤ کی کوئی صورت کر لیں۔ پھر حضرت عباسؓ اُسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ ابوسفیان آپؐ سے کہنے لگا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا یہ ہو سکتا ہے کہ کسی طرح مکہ والے بچ جائیں؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! جو شخص خانہ کعبہ میں داخل ہو جائے گا وہ بچ جائے گا۔ ابوسفیان نے کہا خانہ کعبہ تو بہت چھوٹی جگہ ہے وہاں مکے والے تو نہیں آ سکیں گے۔ آپ نے فرمایا اچھا جو لوگ تیرے گھر میں داخل ہو جائیں گے وہ بھی بچائے جائیں گے۔ ابوسفیان نے کہا یَا رَسُولَ اللّٰہ! میرا گھر بھی تو چھوٹا سا ہے وہاں بھی ہر شخص پناہ نہیں لے سکے گا۔ آپؐ نے فرمایا جو شخص اپنے گھر کے دروازے بند کر لے گا اُسے بھی کچھ نہیں کہا جائے گا 12۔ ابوسفیان نے کہا یَا رَسُولَ اللّٰہ! اگر مکہ والوں کو وقت پر یہ خبر نہ مل سکی تو وہ اپنے اپنے گھروں میں کیسے پہنچ سکیں گے؟ اِس کے علاوہ بھی کوئی رعایت ہونی چاہیے۔ آپؐ نے ایک چادر منگوائی اور اُس کا ایک جھنڈا بنوایا اور فرمایا یہ بلالؓ کا جھنڈا ہے۔ آپؐ نے وہ جھنڈا حضرت بلالؓ کے ایک انصاری بھائی کو دیا اور فرمایا جو شخص بلالؓ کے جھنڈے کے نیچے آ جائے گا اُسے بھی پناہ دی جائے گی۔ 13

آپ کے اِس حکم میں بھی ایک لطیف حکمت تھی۔ مکہ والے حضرت بلالؓ کے پاؤں میں رسّی ڈال کر انہیں گلیوں میں گھسیٹا کرتے تھے۔ وہ سخت تیز گرمی میں گرم ریت پر لِٹا کر جُوتوں سمیت اُن کے سینہ پر ناچتے اور گرم پتھروں پر انہیں گھسیٹتے ہوئے کہتے تھے کہ کہو ایک خدا نہیں بلکہ بُت بھی خدا ہیں۔ اِس پر وہ کہتے اَسْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَسْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ 14 رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا کہ آج بلالؓ کا دل انتقام کی طرف بار بار مائل ہوتا ہوگا۔ اگر میں نے انہیں معاف کر دیا تو وہ کہے گا کہ ماریں تو میں کھاتا رہا لیکن جب میرے انتقام کا وقت آیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکے والوں کو معاف کر دیا۔ اِس خیال کے آنے پر

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کے نام کا ایک جھنڈا بنا کر کہا کہ آج جو شخص بلالؓ کے جھنڈے کے نیچے کھڑا ہوگا اُسے بھی پناہ دی جائے گی۔ اِس طرح مکہ والے اکثر محفوظ رہے۔ صرف اس طرف کچھ لوگ مارے گئے جس طرف سے حضرت خالد نے حملہ کیا تھا۔ اور اِس کی وجہ یہ تھی کہ اُن لوگوں کو صحیح اطلاع نہیں پہنچ سکی تھی اور انہوں نے حضرت خالدؓ کا مقابلہ شروع کر دیا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی تو آپؐ نے فرمایا اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں۔ تم لوگوں نے ہی اپنے آدمیوں کو خبر نہیں پہنچائی تھی۔ ورنہ وہ مقابلہ کر کے موت کے منہ میں نہ جاتے''۔15 (الفضل 22 نومبر 1957ء)

1: النصر: 2تا4

2: سیرت ابن ھشام جلد 1 صفحہ 311، 312 مطبوعہ مصر 1936ء

3: طبقات ابن سعد جلد 1 صفحہ 212 مطبوعہ بیروت 1985ء

4: کنز العمال جلد 16 صفحہ 661 تا 664 مطبوعہ دمشق 2012ء

5: سیرت ابن ھشام جلد 1 صفحہ 546، 547 مطبوعہ دمشق 2005ء

6: بخاری کتاب الصلوٰۃ باب المرأۃ تطرح عن المصلی شیئًا من الاَذٰی

7: بخاری کتاب فضائل اَصحاب النبی ﷺ باب قول النبی ﷺ لو کنت متخذًا خلِیْلًا

8: سیرت ابن ھشام جلد 2 صفحہ 1188 تا 1190

9: سیرت ابن ھشام جلد 2 صفحہ 1189 مطبوعہ دمشق 2005ء

10: سیرت ابن ھشام جلد 2 صفحہ 1196 مطبوعہ دمشق 2005ء

11: السیرۃ الحلبیۃ جلد 3 صفحہ 92 مطبوعہ مصر 1935ء

12: سیرت ابن ھشام جلد 2 صفحہ 1197 مطبوعہ دمشق 2005ء

13: السیرۃ الحلبیۃ جلد 3 صفحہ 93 مطبوعہ مصر 1935ء

14: سیرت ابن ھشام جلد 1 صفحہ 366 مطبوعہ دمشق 2005ء

15: السیرۃ الحلبیۃ جلد 3 صفحہ 97 مطبوعہ مصر 1935ء